© rasailojaraid.com

نظرات

سخت افسوس ہے گذشتہ ماہ فروری کی ۲۵ تاریخ کو مولانا امتیاز علی خاں صاحب عرشی بھی ۷۷ برس کی عمر میں اپنے وطن رامپور میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے، اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون، مرحوم کی شہرت کا آغاز اول اول غالبیات کے ماہر کی حیثیت سے ہوا، انھوں نے غالب کے دیوان اور خطوط پر جو تحقیقی مقالات لکھے، انھوں نے اردو زبان و ادب کے حلقہ میں دھوم مچادی، وہ بیک وقت عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں اور ان کے ادب کے نامور مبصر و محقق تھے،

وہ رامپور میں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ رامپور پٹھانوں کی مشہور بستی ہے جو افغانستان کے مختلف قبیلوں سے منسوب ہیں، مرحوم کا خاندانی تعلق حاجی خیل قبیلہ سے تھا جو یوسف زئی قبیلہ کی ایک شاخ ہے، ابتدائی تعلیم مطلع العلوم نامی ایک مقامی مدرسہ میں پائی۔ اسی زمانہ میں پنجاب یونیورسٹی سے عالم کا امتحان پاس کیا پھر اورنٹیل کالج، لاہور میں داخلہ لے کر اوّلاً مولوی فاضل کا اور اس کے بعد منشی فاضل کا امتحان پرائیوٹ طور پر دیا اور دونوں امتحانوں میں درجہ اول میں کامیاب ہوئے، رامپور واپس آکر مدرسۂ عالیہ کی اونچی کلاس میں داخل ہوئے اور اس سے سند فراغ لی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد چند دنوں ندوۃ العلماء کے سفیر رہے۔ اس سے بیزار ہو کر مستعفی ہوتے تو تجارت کرنے لگے، ناتجربہ کاری کے باعث اس میں گھاٹا ہوا تو دامن جھاڑ کر اس سے بھی الگ ہو گئے۔ آخر ۳۲ء میں رامپور کا مشہور زمانہ کتب خانہ جو تقسیم کے بعد رضا اسٹیٹ لائبریری کہلاتا ہے اس سے بحیثیت ناظم کے وابستہ ہوئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتب خانہ کے ساتھ ان کی یہ وابستگی زندگی کے آخری سانس یعنی کم وبیش نصف صدی تک باقی رہی۔ اس مدت میں انھوں نے کتب خانہ کی کیسی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ملازمت سے سبکدوشی کے عام قانون سے مستثنیٰ کر کے گورنمنٹ نے آرڈر دے دیا تھا کہ وہ تاحین حیات اپنے عہدہ پر برقرار رہیں گے، حقیقت یہ ہے کہ عرشی صاحب کو کتب خانہ کے ساتھ محبت نہیں عشق تھا، انھوں نے اپنی زندگی کی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں کتب خانہ کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھیں جس کی وجہ سے آج کتب خانہ مشرق ومغرب کے ارباب علم وتحقیق کے لیے کعبۂ آمال وامانی کی حیثیت رکھتا ہے اور ہندوستان کے لیے سرمایۂ افتخار بنا ہوا ہے، دوسری طرف کتب خانہ نے عرشی صاحب کو ایسا چمکایا اور جگمگایا کہ ان کا شمار عربی، فارسی اور اردو کے بلند پایہ محققین ومبصرین میں ہونے لگا، ۱۹۶۵ء میں مرحوم کے اعزاز میں ایک ضخیم کتاب نذر عرشی کے نام سے شائع ہوئی تھی، جس کا اجراء صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم نے کیا تھا، اس کتاب میں مرحوم کے خلف الرشید اکبر علی خان صاحب نے نگارشاتِ عرشی کی جو طویل فہرست نقل کی ہے اگرچہ وہ جامع نہیں ہے تاہم اس سے اندازہ ہوگا کہ مولانا مرحوم نے عربی، فارسی اور اردو کے کیسے اور کتنے نادر مخطوطات کو اڈٹ کیا اور کتنے اہم موضوعات پر نہایت پُرمغز مقالات لکھ کر دادِ تحقیق دی۔ اس فہرست سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ مولانا کی نگارشات کا ایک بڑا اور نہایت اہم حصہ وہ ہے جو اب تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوسکا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا نے تحقیق وتنقید کا جو بلند معیار قائم کیا ہے وہ اس میدان کے نوجوان رہ نوردوں کے لیے ایک مینارۂ روشنی کا حکم رکھتا ہے۔"

مرحوم جس مرتبہ اور پایہ کے عالم و فاضل اور محقق تھے۔ بحیثیت ایک انسان کے بھی اعلیٰ مکارم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخلاق وفضائل کے حامل تھے، نہایت خندہ جبین، شگفتہ رو، متواضع اور منکسر المزاج ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور محبت، ان کی فطرت بے لوث و بے غرض، طمع اور ریاسے نفور۔ اخلاص و وفا کے پیکر! ہمہ شرافت اور مجسمہ وضعداری و مروت، قیام کلکتہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ راقم الحروف سخت بیمار ہوگیا۔ جب کچھ صحت ہوئی تو ڈاکٹروں نے کسی پہاڑ پر جانے کا مشورہ دیا۔ میں نے ایک ماہ کی رخصت لی اور نینی تال چلا آیا۔ اور ایک ہوٹل میں مقیم ہوگیا۔ دلّی سے مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور بھائی مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی عیادت کے لیے نینی تال آئے۔ مولانا عرشی ماسکو (روس) گئے ہوئے تھے، جس دن وہ اس طویل سفر سے رامپور واپس آئے اور انھیں میری علالت کا حال معلوم ہوا اسی روز شام کو روانہ ہوکر نینی تال پہنچ گئے اور تین چار دن ہوٹل میں میرے ساتھ مقیم رہے۔ مولانا کے اس کرم بے غایت کی لذت آج تک دل کی امانت ہے، ایک میں نہیں سب دوستوں کے ساتھ ان کا معاملہ یہی تھا۔

دس بارہ برس سے دل کے بیمار تھے، دو مرتبہ شدید دورہ ہوچکا تھا۔ اس لیے رفتار و گفتار اور روزمرہ کے معمولات میں بڑے محتاط ہوگئے تھے، سفر بالکل ترک کر دیا تھا لیکن اس عالم میں بھی کتب خانہ کا کام پابندی سے کرتے رہے۔ چنانچہ کتب خانہ کے مخطوطات کی تشریحی فہرست جواب تک متعدد جلدوں میں شائع ہوچکی ہے اس کا ایک بڑا حصہ اسی زمانہ میں مرتب ہوا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ مولانا عرشی کا حادثۂ وفات علم و ادب کی دنیا کا ایک عظیم حادثہ ہے جس کی تلافی ایک عرصہ تک نہ ہوسکے گی، عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے صف اول کے مسلمان تھے۔ نماز روزہ کے پابند اور شعائر اسلام کا بڑا احترام ملحوظ رکھتے تھے۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ وبرّد مضجعہٗ

© rasailojaraid.com